تحریک پاکستان اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸ مارچ ۹۰ء کو "الشبان المسلمون سیالکوٹ" کے زیر اہتمام نماز عصر کے بعد اسلامک پبلک سکول باجوہ سٹریٹ رنگپورہ سیالکوٹ میں تحریک پاکستان کے عظیم راہنما شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب پروفیسر میاں منظور احمد نے کی اور مدیر الشریعۃ مولانا زاہد الراشدی بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے۔ تقریب سے ان دونوں حضرات کے علاوہ پروفیسر محمد عبد الجبار شیخ، مولانا محمد اللہ نقاشی اور جناب حامد عثمان عبیدی نے بھی خطاب کیا۔ مدیر "الشریعۃ" کا خطاب درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

بعد الحمد والصلوٰۃ

آج کی یہ تقریب "الشبان المسلمون" کے زیر اہتمام تحریک پاکستان کے عظیم راہنما شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمات اور جدوجہد کے تذکرہ کے لیے منعقد ہو رہی ہے۔ مجھ سے پہلے پروفیسر محمد عبد الجبار صاحب اور مولانا محمد اللہ نقاشی اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں جبکہ پروفیسر میاں منظور احمد صاحب جو حضرت علامہ عثمانیؒ کے شاگرد بھی ہیں میرے بعد اظہار خیال فرمانے والے ہیں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی جدوجہد اور خدمات کے بارے میں کچھ معروضات پیش کروں۔ تعمیل حکم کے لیے حاضر ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت کچھ مقصد کی باتیں عرض کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرات محترم! شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی زندگی کو میں تین حصوں میں تقسیم کروں گا۔ ایک حصہ اس دور پر مشتمل ہے جب آپ نے دیوبند اور ڈابھیل میں علمی خدمات سرانجام دیں۔ ہزاروں تشنگان علوم کو قرآن و سنت کے معارف سے سیراب کیا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس اللہ سرہ العزیز کے علمی جانشین کی حیثیت سے قرآن کریم کے حواشی مکمل کیے جو قرآن کریم کے اردو تراجم اور حواشی میں آج بھی سب سے زیادہ وقیع اور جامع شمار کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے مسلم شریف کی شرح فتح الملہم لکھ کر علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کیا اور میرے نزدیک ان کی سب سے بڑی علمی خصوصیت یہ ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی طرح علامہ عثمانیؒ بھی اپنے دور کے سب سے بڑے متکلم تھے۔ انہوں نے اسلامی نظریات و عقائد اور احکام قوانین کو جس زورِ استدلال کے ساتھ پیش کیا اس کی مثال اس دور میں نہیں ملتی اور علامہ عثمانیؒ کی علمی عظمت کے اعتراف کی ایک جھلک اس واقعہ کے حوالہ سے دیکھی جا سکتی ہے جو میں نے حضرت مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہ کی زبانی سنا۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز نے ایک دور میں شیرانوالہ لاہور میں اکابر علماء دیوبند کے اجتماع کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے

آف واں بھچراں اور حضرت دین پوری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے عظیم اکابر بھی موجود تھے اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی تشریف فرما تھے۔ اجتماع میں لاہور کے سرکردہ حضرات کو بھی مدعو کیا گیا تھا جن میں سرِ فہرست علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم تھے۔ اس اجتماع میں جب حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے خطاب شروع کیا تو علامہ اقبالؒ سٹیج پر تشریف فرما تھے لیکن چند لمحوں کے بعد وہ سٹیج سے اُٹھ کر یہ کہتے ہوئے سامنے سامعین میں بیٹھ گئے کہ "اس پیکرِ علم کا خطاب سامنے بیٹھ کر طالب علموں کی طرح سننا چاہیے"۔ یہ علامہ عثمانیؒ کی علمی عظمت کا اعتراف ہے اور اس سے ان کے علمی مقام کا مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی خدمات اور جدوجہد کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ پہلو میں ان کے شاگرد جناب پروفیسر میاں منظور احمد صاحب کے لیے چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں اس دور کی طرف جس میں علامہ عثمانیؒ نے تحریکِ پاکستان میں حصہ لیا بلکہ فیصلہ کن قائدانہ کردار ادا کیا۔ انہوں نے یہ کردار تنہا نہیں بلکہ علماء کی ایک جماعت کے ساتھ تحریکِ پاکستان میں شرکت کی اور قیامِ پاکستان کی جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

ہمارے ہاں ایک بات تسلسل کے ساتھ کہی جا رہی ہے کہ علماء نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی اور وہ قیامِ پاکستان کے خلاف تھے۔ یہ تاثر ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت عام کیا جا رہا ہے اور اس کے پیچھے ایک مقصد کارفرما ہے۔ اس سلسلہ میں مقالات و مضامین کی اشاعت ہو رہی ہے اور اخبارات میں مہم کے انداز میں کام کیا جا رہا ہے۔ گذشتہ سال ایک صاحب نے اسی تاثر کو بنیاد بنا کر ایک اور مقدمہ کھڑا کیا ہے جو اس مہم کا اصل مقصود ہے۔ انہوں نے اپنے مسلسل مضمون میں یہ مقدمہ قائم کیا کہ علماء نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی اور قوم نے پاکستان بنا کر علماء کے موقف کو مسترد کر دیا جبکہ تحریکِ پاکستان کی قیادت جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے کی اس لیے پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے علماء کی بیان کردہ تعبیر و تشریح کو بنیاد نہیں بنایا جائے گا بلکہ وہ تعبیر و تشریح اختیار کی جائے گی جو ان کے بقول جدید تعلیم یافتہ طبقہ قرآن و سنت کے لیے از سرِ نو طے کرے گی۔ یہ ایک نئی گمراہی کا دروازہ ہے جسے کھولنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اسی مقصد کے لیے یہ بات مسلسل کہی جا رہی ہے کہ علماء نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی تاکہ اس مفروضے کو نئی گمراہی کی فکری اساس بنایا جا سکے لیکن یہ خلافِ واقعہ بات ہے اور جھوٹ ہے کیونکہ سب علماء نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت نہیں کی تھی۔ یہ درست ہے کہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے قیامِ پاکستان کی مخالفت کی تھی ہم اس سے انکار نہیں کرتے اور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں میں اس موقع پر اس بحث میں نہیں پڑوں گا کہ تحریکِ پاکستان کی مخالفت کرنے والے علماء نے قیامِ پاکستان کی صورت میں جن خدشات و خطرات کا اظہار کیا تھا پاکستان بننے کے بعد کے چالیس سالہ دور نے ان کی تصدیق کی یا ان کو رد کیا ہے۔ میں اس بحث کی طرف بھی نہیں جاؤں گا کہ قیامِ پاکستان کی مخالفت کرنے والے علماء کا سیاسی تشخص تقسیمِ ہند کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کے لیے کس حد تک سہارا بنا ہے اور ان علماء کے سیاسی تشخص نے ان مسلمانوں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے کیا رول ادا کیا ہے۔ ان مباحث میں الجھے بغیر میں کھلے دل سے یہ تسلیم کرتا ہوں کہ علماء کے ایک بڑے طبقہ نے قیامِ پاکستان کے خلاف

کام کیا تھا لیکن اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء ہی کے ایک بڑے طبقہ نے قیامِ پاکستان کی جدوجہد کا ساتھ دیا تھا اور ان کے سرخیل شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تھے۔

تحریکِ پاکستان کا ساتھ دینے والے انہی علماء میں حکیم الامت حضرت شاہ اشرف علی تھانویؒ بھی تھے جن کے بارے میں خود قائداعظم کا یہ مقولہ تاریخ کے ریکارڈ میں موجود ہے کہ "ہمارے ساتھ ایک اتنے بڑے عالم ہیں کہ ان کا علم ہندوستان کے تمام علماء کے علم پر بھاری ہے۔"

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہدایت پر اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں علماءِ کرام کی ایک بڑی تعداد تحریکِ پاکستان میں عملاً شریک ہوئی اور فرداً فرداً نہیں بلکہ ایک باقاعدہ جماعت کی صورت میں انہوں نے تحریکِ پاکستان میں حصہ لیا۔

آج یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان مسلم لیگ نے بنایا۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں لیکن اس وضاحت کے ساتھ کہ تنہا مسلم لیگ نے نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک اور جماعت بھی تھی جو تحریکِ پاکستان میں شریک تھی اور اس جماعت کا نام "جمعیۃ علماءِ اسلام" ہے۔ جمعیۃ علماءِ اسلام کا قیام ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں عمل میں لایا گیا اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اس کا سربراہ چنا گیا اور اس جماعت نے باقاعدہ پلیٹ فارم قائم کر کے مسلم لیگ کے ساتھ تحریکِ پاکستان میں کام کیا۔ اس میں مولانا اطہر علیؒ جیسے بزرگ تھے، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا غلام مرشدؒ، مولانا راغب احسن، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور دوسرے علماء تھے جنہوں نے تحریکِ پاکستان کا نظریاتی تشخص اجاگر کیا اور مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ تحریکِ پاکستان کا نظریاتی اور اسلامی تشخص انہی علماء کی وجہ سے اُجاگر ہوا۔ ان کے علاوہ دوسرے علماء بھی تھے، مولانا عبدالحامد بدایونی بھی تھے، پیر صاحب آف مانکی شریف بھی تھے، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹیؒ بھی تھے۔ میں تحریکِ پاکستان میں ان میں سے ہر کردار کا اعتراف کرتا ہوں اور اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ تحریکِ پاکستان کو اگر اسلامی تحریک سمجھا گیا ہے اور اس کے نظریاتی تشخص پر لوگوں کا اعتماد قائم ہوا ہے تو ان علماء کی وجہ سے ہوا ہے اور عوام نے ان علماء پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے ذہنوں اور دلوں میں تحریکِ پاکستان کو ایک اسلامی نظریاتی تحریک کی حیثیت سے جگہ دی ہے ورنہ اگر مسلم لیگی قیادت یہ سمجھتی ہے کہ تحریکِ پاکستان کا نظریاتی تشخص اس کی وجہ سے قائم ہوا تھا تو یہ بات خود فریبی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قیامِ پاکستان کے وقت دو

ما شاء اللہ تعالیٰ
علمی، دینی، ادبی اور اصلاحی مجلہ
ماہنامہ الصالح لاہور
مدیر مسئول: محمد اشفاق الرحمٰن
زیر نگرانی: حضرت شاہ نفیس الحسینی صاحب مدظلہم
مدیر: شبیر احمد میواتی
عصرِ حاضر — کہ جس میں اغیار کی جانب سے اسلامی شعائر کے انہدام اور شریعت محمدی کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی ظاہری اور خفیہ ہر طرح سے سازشیں کی جا رہی ہیں ...
ماہنامہ "الصالح" لاہور کا اجراء اسی سلسلۂ جہاد کی کڑی ہے
الحمد للہ تعالیٰ — کہ ماہنامہ "الصالح" لاہور کو نامور علماء کرام، مشائخ عظام اور اہل علم و دانش کا تعاون حاصل ہے۔ اس لیے "الصالح" کے صفحات قارئین کی دینی و علمی تشنگی کی تسکین کے لیے کافی و شافی ثابت ہوں گے اور ان شاء اللہ العزیز ہر شمارہ خاص شمارہ اور منتخب ایمان افروز اور اصلاحی مضامین کا مرقع ہوا کرے گا۔
"امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے اس جہاد میں ماہنامہ "الصالح" کے ساتھ تعاون فرمائیں۔
نمونہ مفت طلب فرمائیں۔
رابطہ: ماہنامہ "الصالح" لاہور ناشر: مکتبہ سید احمد شہید ۱۰۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
فون: ۲۲۸۹۶۲ - ۷۲۸۱۹۶ - ۲۲۸۲۴۲

علاقوں کے بارے میں فیصلہ ہوا تھا کہ ان علاقوں کے عوام سے ریفرنڈم کے ذریعہ معلوم کیا جائے کہ وہ پاکستان یا بھارت میں سے کس کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں؟ ایک صوبہ سرحد تھا جہاں کانگریس کی حکومت تھی اور ڈاکٹر خان مرحوم اس کے وزیر اعلیٰ تھے اور دوسرا سلہٹ کا علاقہ تھا۔ ان علاقوں میں ریفرنڈم جیتنا کوئی آسان بات نہ تھی اور ریفرنڈم کے لیے جب مہم چلانے کا فیصلہ کیا گیا تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفیق کار علامہ ظفر احمد عثمانیؒ سے درخواست کی گئی کہ وہ اس مہم کی قیادت کریں۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے صوبہ سرحد میں اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے سلہٹ میں انتخابی مہم کی قیادت کی۔ ان علاقوں میں مسلم لیگ کی پوزیشن بہت کمزور تھی لیکن یہ ان علماء کی مہم تھی کہ ریفرنڈم کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ قیام پاکستان کے وقت کراچی میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ہاتھوں قومی پرچم لہرانے کا تاریخی واقعہ دراصل ان دو بزرگوں کے اس کردار اور جدوجہد کا عملی اعتراف تھا جو انہوں نے قیام پاکستان میں کی۔

حضرات محترم! شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی جدوجہد کا تیسرا دور قیام پاکستان کے بعد دستور ساز اسمبلی میں ان کی جدوجہد کا دور ہے جب انہوں نے دستور ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے پاکستان کی نظریاتی بنیاد کے تعین کی جنگ لڑی۔ اس حوالہ سے یہ بحث الگ گفتگو کی متقاضی ہے کہ جو ملک اسلام کے نام پر بنا، لا الٰہ الا اللہ کے نعرہ پر بنا اور جسے دنیا کی پہلی اسلامی نظریاتی مملکت کا عنوان دیا گیا۔ اس ملک کے قائم ہوتے ہی اس کی دستور ساز اسمبلی میں یہ مسئلہ کیسے کھڑا ہو گیا کہ ملک کا دستور اسلامی ہونا چاہیے یا سیکولر بنیادوں پر ملک کا نظام ترتیب دیا جائے۔ یہ سوال آخر کیسے اٹھا؟ اس کا پس منظر کیا تھا؟ اس پر مستقل بحث کی ضرورت ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے ریکارڈ کا تجزیہ کیا جائے، اسے کھنگالا جائے اور اس ہاتھ کو تلاش کیا جائے جس نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو سیکولرازم کی بحث میں اُلجھا دیا۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دستور ساز اسمبلی میں نظریاتی اسلامی دستور کی مخالفت کی گئی، ملا ازم، پاپائیت اور تھیا کریسی کے طعنے کسے گئے اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ دستور ساز اسمبلی کا عمومی رجحان غیر مذہبی نظام کی طرف ہو چکا تھا لیکن شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس مہم کا تن تنہا سامنا کیا اور تمام اعتراضات کا منطقی استدلال کے ساتھ جواب دیتے ہوئے بالآخر اسمبلی کو قائل کر لیا اور قرارداد مقاصد منظور کرا کے پاکستان کی نظریاتی اسلامی بنیاد ہمیشہ کے لیے طے کر دی۔ قرارداد مقاصد کی بنیاد اس پر ہے کہ حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور پاکستان کے عوام اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین نافذ کریں گے۔ یہ بات طے ہو گئی اور اب تک ملک کے سیکولر حلقوں کے گلے میں ہڈی بن کر پھنسی ہوئی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ پھنسی رہے گی۔ قرارداد مقاصد کو نظر انداز کرنا اب کسی کے بس کی بات نہیں رہی اور اس قرارداد کے ذریعہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کی اسلامی بنیاد کا ہمیشہ کے لیے تحفظ کر دیا ہے۔

اس موقع پر ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے کہ غلطی اگرچہ خلوص سے ہو مگر اس کے نتائج بہرحال سامنے آتے ہیں۔ مجھے ۸۰ء میں ایران جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے لیڈروں سے ایرانی انقلاب کے مراحل کے بارے میں گفتگو کا موقع ملا۔ ایک ایرانی لیڈر نے اس موقع پر مجھ سے سوال کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ایرانی علماء نے ۱۵-۲۰ سال کی محنت کے ساتھ انقلاب بپا کر دیا اور پاکستان کے

علماء کرام جن کی جدوجہد دو سو سال تک آزادی کے لیے تھی اور آزادی کے بعد چالیس سال سے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے محنت کر رہے ہیں لیکن ان کی جدوجہد کے ثمرات سامنے نہیں آرہے اور انہیں ابھی تک کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ میں نے اس سوال کے جواب میں اپنے ذہن کے مطابق ان اسباب و عوامل کا ذکر کیا جو پاکستان میں نفاذِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اس پر ایرانی لیڈر نے کہا کہ جناب اصل بات یہ نہیں بلکہ اصل قصہ یہ ہے کہ ایرانی علماء نے بادشاہت کے خلاف تنہا جنگ نہیں لڑی۔ اس جنگ میں ایران کے نیشنلسٹ اور کمیونسٹ حلقے بھی ان کے ساتھ تھے۔ مذہبی قیادت، کمیونسٹ زدہ پارٹی اور ڈاکٹر مصدق کی نیشنلسٹ پارٹی نے مل کر بادشاہت کو شکست دی لیکن شاہِ ایران کے ملک سے باہر چلے جانے کے بعد ایرانی علماء نے اقتدار دوسروں کے حوالے نہیں کیا بلکہ بتدریج انہیں منظر سے ہٹا کر اقتدار پر مکمل قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے وہ انقلاب کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے اور اس پر کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو گئے جبکہ پاکستان کے قیام کے بعد وہ علماء جنہوں نے تحریکِ آزادی اور تحریکِ پاکستان میں فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا وہ ضرورت سے زیادہ خلوص کا شکار ہو گئے اور مدارس و مساجد پر قناعت کرتے ہوئے انہوں نے اقتدار کا راستہ دوسرے لوگوں کے لیے صاف کر دیا۔ اب ظاہر بات ہے کہ جن لوگوں نے اقتدار پر قبضہ کیا ملک کا نظام بھی انہی کی مرضی کے مطابق ہی چلتا ہے۔

یہ ایک ایرانی لیڈر کی بات کا خلاصہ ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا ہے۔ ممکن ہے یہ سو فی صد درست نہ ہو لیکن سو فی صد غلط بھی نہیں ہے بلکہ مجھے اگر آپ اس جسارت پر معاف فرمائیں تو عرض کروں گا کہ برصغیر کی تاریخ کی دو بڑی غلطیاں ایسی ہیں جنہوں نے ہماری تاریخ کا رخ موڑ دیا اور دونوں غلطیاں خلوص کے ساتھ ہوئیں۔ ایک غلطی احمد شاہ ابدالیؒ کی ہے جس نے پانی پت کی تیسری جنگ میں مرہٹوں کو شکست دے کر انہیں ہمیشہ کے لیے جنوبی ہند کی طرف دھکیل دیا لیکن اقتدار پر قبضہ برقرار رکھنے کے بجائے اسے پھر مغل شاہزادوں کے حوالے کر کے وطن واپس لوٹ گیا۔ وہ اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکا کہ مغل شاہزادوں میں اب ہندوستان کا اقتدار سنبھالنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مغل شہزادے اقتدار نہ سنبھال سکے اور بالآخر برطانوی استعمار کو یہاں پاؤں جمانے کا موقع مل گیا۔ دوسری بڑی غلطی پاکستان بننے کے فوراً بعد علماء سے ہوئی کہ انہوں نے اقتدار میں شرکت اور حصہ داری پر اپنا دعویٰ نہیں جتایا حالانکہ یہ ان کا حق تھا لیکن انہوں نے خلوص کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیا کہ ہم نے اقتدار میں شریک نہیں ہونا بلکہ باہر رہ کر اقتدار والوں کی راہنمائی کرنی ہے۔ اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں اور خدا جانے کب تک ہمیں ان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

الغرض علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی جدوجہد کا یہ دور بھی بڑا تابناک ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کر کے قراردادِ مقاصد منظور کرائی اور پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو سیکولرازم کی بنیاد پر دستور طے کرنے سے روک دیا۔

حضرات گرامی قدر! شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ جدوجہد ہمارے ذمہ قرض ہے اور یہ قرض ہم نے بہر صورت ادا کرنا ہے۔ قراردادِ مقاصد منظور کرا کے ملک کی اسلامی نظریاتی بنیاد کا تعین علامہ عثمانیؒ نے کیا تھا اور ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنانا اور مکمل اسلامی نظام کا نفاذ و غلبہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ذمہ داری سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔